© rasailojaraid.com

تصویر کا ایک رُخ — مدیر کے قلم سے

ہمارے دینی مدارس

مقاصد — جدوجہد — نتائج

کے آئینہ میں

ہمارے معاشرہ میں دینی مدارس کا کردار تاریخ ساز اہمیت کا حامل ہے اور ان اداروں نے بے سروسامانی اور مسلسل حوصلہ شکنی کے باوجود اپنے کردار کو جس استقامت و حوصلے کے ساتھ نبھایا ہے وہ ملت اسلامیہ کی تاریخ کا ایک تابناک باب ہے مگر کچھ پہلو ایسے بھی ہیں جن کے حوالے سے دینی مدارس کا کردار تشنہ ہے اور وقت کے تقاضوں اور اہل نظر کی توقعات سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تصویر کے دونوں رُخ سامنے لائے جائیں اور حقائق کا بے لاگ تجزیہ کیا جائے۔ زیر نظر مضمون میں تصویر کے روشن پہلو کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کی گئی ہے۔ تصویر کے دوسرے رخ پر مدیر "الشریعۃ" کا تجزیاتی مضمون آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ادارہ)

دینی مدارس کے تعلیمی سال کا آغاز ہو چکا ہے اور ملک بھر کے دینی مدارس کے اساتذہ اور طلبہ [illegible] تعطیلات گزارنے کے بعد اپنے تعلیمی سفر کے نئے مرحلے کا آغاز ماہِ گزشتہ کے وسط میں کر چکے ہیں۔ ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ان ہزاروں دینی مدارس کا تعلق مختلف مذہبی مکاتبِ فکر سے ہے اور ہر مذہبی مکتبِ فکر کے دینی ادارے اپنے اپنے مذہبی گروہ کے تشخص و امتیاز کا پرچم اٹھائے نئی نسل کے ایک معتد بہ حصہ کو اپنے نظریاتی حصار اور فقہی دائرہ میں جکڑنے کے لیے شب و روز مصروفِ عمل ہیں۔

دینی مدارس کے موجودہ نظام کی بنیاد امدادِ باہمی اور رضاکارانہ تعاون کے ایک مسلسل عمل پر ہے جس کا آغاز ۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد اس جذبہ کے ساتھ ہوا تھا کہ ۱۸۵۷ء کے معرکۂ حریت کو مکمل طور پر کچل کر فتح کی سرمستی سے دوچار ہو جانے والی فرنگی حکومت سیاسی، ثقافتی، نظریاتی اور تعلیمی محاذوں پر جو یلغار کرنے والی ہے اس سے مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ اور تہذیب و تعلیم کو بچانے کی کوئی اجتماعی صورت نکالی جائے۔ اس مقصد کے لیے سب سے پہلے دیوبند میں مدرسہ عربیہ (دارالعلوم دیوبند) سہارنپور میں مظاہر العلوم اور مراد آباد میں مدرسہ شاہی کا آغاز ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت اور افغانستان کے طول و عرض میں ان مدارس کا جال بچھ گیا۔ ان مدارس کے لیے بنیادی اصول کے طور پر یہ بات طے کر لی گئی کہ ان کا نظام کسی قسم کی سرکاری یا نیم سرکاری امداد کے بغیر عام مسلمانوں کے چندہ کی بنیاد پر چلایا جائے گا اور تاریخ گواہ ہے کہ انتہائی سادگی اور قناعت کے ساتھ ان مدارس نے برصغیر کے مسلمانوں کی دینی و علمی خدمات سرانجام دیں۔

ان مدارس کے منتظمین اور اساتذہ کی ایک بڑی تعداد ایسے مردانِ باصفا کی تھی جو وقت کی رفتار کے ساتھ چلنے کا ارادہ کر لیتے تو دنیاوی زندگی کی سہولتیں اور آسائشیں بے دام غلام [illegible] کے دروازے پر قطار باندھے کھڑی نظر آتیں لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غیور و جسور فقراء کے اس گروہ نے مسلمان کو مسلمان باقی رکھنے کے عظیم مشن کی خاطر نہ صرف ان آسائشوں اور سہولتوں کو تج دیا بلکہ اپنی ذاتی انا اور عزتِ نفس کی قیمت پر صدقات اور زکوٰۃ و عشر اور ایک ایک دروازے سے ایک ایک روٹی مانگنے کے لیے اپنی ہتھیلیاں اور جھولیاں قوم کے سامنے پھیلا دیں اور ہر قسم کے طعن و تشنیع اور تمسخر و استہزاء کا خندہ پیشانی کے ساتھ سامنا کرتے ہوئے انتہائی صبر و ثبات کے ساتھ ایک ایسے نظامِ تعلیم کی بنیاد رکھ دی جس نے برصغیر میں سپین کی تاریخ دہرانے کی فرنگی خواہش اور سازش کا تار و پود بکھیر دیا اور برطانوی حکمران بالآخر یہی حسرت دل میں لیے ۱۹۴۷ء میں یہاں سے بوریا بستر سمیٹنے پر مجبور ہو گئے۔

دینی مدارس کی جد و جہد کے نتائج و ثمرات کے حوالے سے اگر معاشرے میں ان مدارس کے اجتماعی کردار کا تجزیہ کیا جائے تو تمام تر خامیوں، کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوجود اس کی شکل کچھ اس طرح سامنے آتی ہے کہ

- لارڈ میکالے نے مسلمانوں کی نئی نسل کو ذہنی لحاظ سے انگریز کا غلام بنانے اور نوآبادیاتی فرنگی نظام کے کل پرزوں کی شکل میں ڈھالنے کے لیے جس نظامِ تعلیم کی بنیاد رکھی تھی اس کے مقابلے میں دینی مدارس ایک مستحکم اور ناقابلِ شکست متوازی نظامِ تعلیم کی حیثیت اختیار کر گئے اور اس طرح فرنگی تعلیم و ثقافت سے محفوظ رہنے کی خواہش رکھنے والے غیور مسلمانوں کو ایک مضبوط نظریاتی اور تہذیبی حصار میسر آگیا۔

- جدید عقل پرستی کی بنیاد پر دینی عقائد و روایات سے انحراف، انکارِ ختمِ نبوت، انکارِ حدیث اور اس قسم کے دیگر اعتقادی اور مذہبی فتنوں نے سر اٹھایا تو یہ دینی مدارس پوری قوت کے ساتھ ان کے سامنے صف آرا ہو گئے اور ملتِ اسلامیہ کی راسخ الاعتقادی کا تحفظ کیا۔

- فرنگی تہذیب اور یورپی ثقافت کی طوفانی یلغار کا سامنا کرتے ہوئے دینی مسلم ثقافت کو ایک حد تک بچانے اور بطور نمونہ باقی رکھنے میں ان مدارس نے کامیابی حاصل کی۔

- قرآن و سنت کے علوم، عربی زبان اور دینی لٹریچر کو نہ صرف زمانہ کی دستبرد سے بچا کر رکھا بلکہ ملک میں ان علوم کے حاملین اور مستفیدین کی ایک بڑی تعداد پیدا کر کے اگلی نسلوں تک انہیں من و عن پہنچانے کا اہتمام کیا۔

- دینی مدارس کے اس نظام نے تحریکِ آزادی کو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا عبد القیوم پوپلزئیؒ، مولانا تاج محمود امروٹیؒ، مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، مولانا عبد القادر قصوریؒ اور صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ اور تحریکِ پاکستان کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا اطہر علیؒ، مولانا عبد الحامد بدایونیؒ اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ جیسے بے باک، مخلص اور جری راہنماؤں کی صورت میں ایک مضبوط نظریاتی قیادت مہیا کی جن کے ایثار و قربانی اور جد و جہد نے تحریکِ آزادی اور تحریکِ پاکستان کو کامیابی کی منزل سے ہمکنار کیا۔

- اور اب افغانستان کی سنگلاخ وادیوں میں کمیونزم کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کا جائزہ لے لیا جائے جس نے روسی افواج کو افغانستان سے نکلنے پر مجبور کرنے کے علاوہ وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں میں دینی بیداری کی لہر دوڑا دی ہے اور روسی استعمار کے آہنی پنجے کو ڈھیلا کر کے مشرقی یورپ پر بھی کمیونزم کی گرفت کو کمزور کر دیا ہے۔ افغانستان کے غیور مسلمانوں کے اس عظیم جہاد کی قیادت کا بڑا اور فیصلہ کن حصہ انہی دینی مدارس (باقی صفحہ ۴۳ پر)

© rasailojaraid.com